سوال

(148) اناج گندم وغیرہ نرخ کے خلاف ادھار میں قیمت بڑھانا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک تبلیغی جلسہ میں ہمارے کسی بھائی نے علماء کرام کے سامنے بطور استفتاء یہ مسئلہ پیش کیا : اناج گندم وغیرہ نرخ کے خلاف اودھار کی صورت میں قیمت بڑھا کر فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ تو دو مولوی صاحبان نے دو متضاد فتوے لکھ کر دیئے جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے ۔

گذارش ہے کہ ہر ان دو فتوؤں پر بامعان نظر غور فرما کر محاکمہ فرمادیں کہ کونسا فتوی صحیح ہے ؟ اور وجوہ ترجیح بھی رقم فرمادیں اس مسئلہ کی ہمارے ملک میں بہت چھیڑ چھاڑ رہتی ہے ۔ اور زمینداروں کے لین دین میں اکثر پیش آتا ہے ۔ لہذا ضرور مدلل محاکمہ فرمادیں ۔

سائل کے سوال کے جواب میں ایک مولوی صاحب یوں لکھتے ہیں :

ہاں درست ہے کیوں کہ منع کی کوئی دلیل نہیں ۔ اس کے جواز عام ادلہ دلالت کرتی ہیں جن سے بتراضی فریقین بیع جائز ثابت ہے ۔ لیکن خاص یہ صورت بعینہ کسی حدیث میں مذکور نہیں ۔ لہذا عموم ادلہ کے تحت جائز ہوگی ۔ نیل الاوطار 250/5 میں ہے وقالت الشافعیه والحنفیه وزید بن علی والمؤید باللہ والجمهور أنه یجوز لعموم الادلة القاضیة بجواز وہو الظاہر کذا فی الفتاوی النذیریة

دوسر صاحب اس کے خلاف یوں رقم طراز ہیں :

صورت مذکورہ بالا صورت بیاج کی ہے ۔ قال اللہ تعالی : یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَیْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیمًا (سورۃ النساء :29) یہ بیع عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ کے خلاف ہے کیوں کہ وہ بڑھ کر لینے والا مجبور راضی ہوتا ہے بخوشی دل نہیں چاہتا کہ بجائے دس روپئے کا بارہ روپے دے اور یہ اظہر من الشمس ہے ۔ اگر ظاہری رضامندی سبب جواز ہو جائے تو بیاج پر بھی رضا طرفین ہو جاتی ہے دیگر صحیح حدیث میں وارد ہے کہ (لاربا إلا النسیئة) رواہ البخاری اور ظاہر ہے کہ مزید عوض ادھار کے ہے

پس مسئلہ یہ ہے کہ گندم نو روپے من نقدی فروخت ہوتی ہے ۔ ایک غریب نقد قیمت نہیں دے سکتا وہ ادھار پر گندم خریدنا چاہتا ہے ۔ بائع کہتا ہے کہ ادھار پر لے جاؤ بارہ من دوگا ۔ مشتری منظور کر کے لیتا ہے اور حسب وعدہ قیمت چھ ماہ یا سال کو ادا کر دیتا ہے ۔ یہ جائز ہے یا نہیں ؟ علماء مختلف الرائے ہیں ۔ آپ محققانہ محاکمہ صادر فرمائیں ۔ دیگر یہ عرض ہے کہ امام شوکانی نے اس مبحث پر ایک رسالہ بھی شائع کیا تھا جس کا ذکر نیل میں ہے وہ کہیں ملتا ہو تو اطلاع فرمادیں ۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

میرے نزدیک مجیب اول جواب جواب حق اور صحیح ہے اور مجیب ثانی کا مخدوش وغیرہ صحیح۔ میرے نزدیک اس طرح کی بیع جائزاور مباح ہے۔

(1) قرون مشہور دلہا بالخیر سے اب تک اس پر عمل ہوتا چلا آیا ہے کما یظہر من تفسیر بیعتین فی بیعۃ والا لما احتیج إلی النہی عن ذلک ولا یخفی أن علۃ النہی ومناط المنع فیما قیل إنما ہو عدم استقرار الثمن والا یتحقق ذلک إلا أذقال : نقد بکذا ونسۃ بکذا ولا یفارق علی احد الثمنین فہذہ ہی صورۃ بیعتین فی بیعۃ اذا فارق علی احد الثمنین فلا یشملہ النہی المذکور وکذا لا یدل الحدیث المذکورہ علی منع ما قال من اول الامر نبئسہ بکذا فقط وکان اکثر من سعر یومہ وقد نبہ ذلک العلامہ الشوکانی فی النیل والسیل الجرار ولم یرد حدیث آخر یمنع من ذلک ویدل علی النہی عنہ فلا ینبغی ان یشک فی جوازہ ون ادعی المنع فعلیہ أن یأتی بدلیل صریح قوی دونہ قلل الجبال

(2) معاملات میں اصل اباحت ہے تاوقتیکہ کوئی دلیل کراہت و منع کی موجود نہ ہو۔ وہ معاملہ مباح رہے گا ارشاد ہے : ماسکت عنہ فہو عفو (أکما قال) ترمذي

(3) بیع کے جواز کا مدار اگر عوضین اشیاء منقوضہ عندالشرع سے ہیں اوران کی بیع کی حرمت پر کوئی صریح نص موجود نہیں ہے تراضی طرفین پر ہے اور صورت متنازع فیہا میں فریقین کی رضامندی بلاشبہ متحقق ہے۔ اس لئے یہ بیع جائز ہوگی۔ ماراہ المسلمون حسنا فہو عنداللہ حسن الحدیث (ابن مسعود وقد روی مرفوعا الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مجیب ثانی نے صورت متنازع فیہا کو بیاج بتاتے ہوئے منع کی دلیل ذکر کی ہیں :

دلیل اول کا خلاصہ یہ ہے کہ بیع کے جواز کےلئے قلبی رضامندی شرط ہے اور زیادہ قیمت دے کر خریدنے والا زیادہ قیمت دینے پر دل سے راضی نہیں ہوتا اور اگر ظاہری رضامندی کافی ہوجائے تو بیاج بھی جائز ہونا چاہیے کیوں کہ یہ معاملہ بھی طرفین کی رضامندی سے ہوتا ہے۔

تنقید

(1) فاضل مجیب کا فرض تھا کہ بیع کے جواز کےلئے قلبی رضا کے تحقیق کی شرطیت پر دلیل قائم کرتے لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے اس پر کوئی دلیل نہیں پیش کی اور نہ پیش کرسکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ولی رضامندی کا وجود تحقق صحت بیع کےلئے شرط نہیں ہے۔

(1) اس لئے کہ کسی دلیل شرعی سے اس کی شرطیت ثابت نہیں۔

(2) اوراس لئے کہ زیادہ اس صورت کو بیع المضطر کی صورت ثانی کا مصداق قرار دیا جاسکتا ہے۔ اور بیع المضطر اگرچہ اہل علم کے نزدیک مکروہ ہے لیکن سب کے نزدیک صحیح ہوجاتی ہے عون المعبود (235/9) حتی کہ صاحب حدائق الازہار جو بیع متنازع فیہا کو حرام کہتے ہیں : ویحرم بیع الشیئ باکثر من سعر یومہ لاجل النساء بیع مضطر کو صحیح قرار دیتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں

(3) ویصحان من الاعمی ومنا لمصمت ومن الاخرس بالاشارۃ وکل عقد إلا الاربعۃ ومن مضطر ولو غبن فاحشا الا اللجوع

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک صورت متنازع فیہا کی حرمت کی وجہ یہ نہیں ہے کہ قلبی رضامندی مفقود ہے۔ ورنہ مضطر کو بھی ممنوع قرار دیتے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مانعین کے نزدیک بھی صحت بیع کےلئے قلبی رضامندی ضروری نہیں ہے۔

(4) اوراس کےلئے کہ اشیاء ستہ ربویہ منصوصہ میں اتحاد جنس کے وقت بغیر تاضل کے نقد بیع جائز ہوتی ہے خواہ عوضین ردی ہوں یا جید ہوں یا ایک ردی ہو اور دوسرا جید غرض جودۃ اور رداءۃ کا اعتبار نہیں ہوتا اور کھوٹے سونے کے بدلے کا عمدہ سونے کے بدلے میں بیچنا اسی وقت جائز ہوگا جب دونوں وزن میں برابر ہوں اور نقد نقد معاملہ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی عمدہ کو ردی کے عوض میں برابر سرابر افروخت کرنے کےلئے دل سے راضی نہیں ہوگا لیکن باوجود عدم تحقق رضا قلب کے یہ بیع شرعا جائز اور صحیح ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ رضا قلبی

کااعتبار اس طرح نہیں ہے جیسا کہ مجیب نے سمجھا ہے۔

(4) اور اس لئے کہ مبیع کے عیب پر مطلع ہونے کے بعد عدم رضا کے باعث مشتری کو اختیار ہوتا ہے کہ بیع کو رد کردے۔ فوراسرے سے بیع کے باطل اور کالعدم ہونے کا حکم نہیں لگا دیا جاتا۔ غرض یہ ہے کہ اطلاع علی العیب کے بعد مشتری کی رضا قلبی کا تحقق نہیں ہوتا اور اس کو اس کے بعد اختیار ہوتا ہے کہ بیع کو در کردے یا راضی ہو کر بیع لازم کردے۔

عدم تحقق رضائے قلبی کے زمانے میں لزوم بیع کا توقف علامت ہے اس امر کی کہ بیع کی صحت کےلئے دلی رضامندی کی تحقیق ضروری نہیں ہے۔ ورنہ اطلاع علی الغیب کے بعد یہ بیع فوراہی باطل ہوجاتی ہے اور اگر مشتری آگے چل کر اس مبیع معیوب پر اضی ہوتا تو تجدید بیع ہوجاتی ہے۔ اور یہ معلوم ہے کہ تجدید بیع کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(5) اور اس لئے کہ واقعی رضاء قلبی کا تحقق شرط ہے تولازم ہوگا کہ جنگ کے زمانے میں اس شخص کےلئے بھی کنٹرول سے زیادہ قیمت پر فروخت کرنا شرعا جائز نہ ہو جس نے کوئی چیز مقرر قیمت سے زیادہ پر خریدی ہو۔ کون ہے جو مقرر قیمت سے زیادہ دوگنی چوگنی قیمت پر خریدنے کے تیار ہوگا!!۔ پس بسبب عدم تحقق رضا قلبی کے بیع ناجائز ہونے چاہیے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ فاضل مجیب باوجود عدم تحقق رضاء قلبی کے اس بیع کو ممنوع اور ناجائز نہ سمجھتے ہوں گے۔

(6) اور اس لئے کہ سنت الٰہی یوں جاری ہے کہ جو امور قلوب میں نفوس میں پوشیدہ اور مخفی ہیں ان کو افعال واقوال ظاہرہ کے ذریعہ ضبط کیا جائے اور یہی اقوال ظاہرہ امور قلبیہ کے قائم مقام ہوں۔ چنانچہ اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کی تصدیق ایک مخفی امر ہے تو ایمان کا اقرار تصدیق قلبی کے قائم مقام کردیا گیا اور اسی اقرار ایمان کے احکام دائر ہوگئے۔ اس طرح قیمت اور مبیع کے تبادلہ پر متعاقدین کی رضا ایک پوشیدہ امر ہے تو ایجاب وقبول کو رضاء مخفی کے قائم مقام کردیا گیا اور اسی ایجاب وقبول پر بیع کے احکام دائر ہوگئے یعنی: قیمت اور مبیع میں تصرف کرنا اور ہبہ ووراثت وغیرہ سب جائز ہوجاتے ہیں۔ بنابریں صورت مسؤلہ میں جب جرواکراہ کے طرفین طرف سے ایجاب وقبول پایا گیا جو علامت ہے وجود رضاء کی تو بیع جائز اور صحیح ہوگی۔

(7) اور اس لئے کہ شرعا بیع مرابحہ جائز ہے اور ربح کی کوئی مقدار معین نہیں ہے کہ بائع اس سے زیادہ ربح کے ساتھ نہ فروخت کرسکتا ہوں ہاں غبن فاحش نہیں ہونا چاہیے۔ اور ہر مشتری کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ مبیع اس کو اصلی قیمت پر مل جائے یا اگر بائع کچھ نفع کے ساتھ فروخت کرنا چاہتا ہو تو بہت تھوڑے نفع پر قناعت کرے۔ غرضیکہ اولا: تو وہ مرابحہ پر خوب راضی نہیں ہوگا۔ اور اگر مجبورا اس کو مرابحہ کا معاملہ کرنا ہی پڑے تو وہ ذبح کثیر دینے پر قطعا دل سے راضی نہیں ہوگا لہذا فاضل مجیب کی تحقیق کے مطابق عدم تحقق رضا قلبی کی وجہ سے بیع مرابحہ بربح کثیر ناجائز ہونا چاہیے لیکن واقعہ یہ ہے کہ شرعا ایسی بیع جائز اور مباح ہے۔ معلوم ہوا کہ تحقق رضا قلبی حقیقۃ شرط نہیں ہے۔

(2) اور اگر بالفرض واقعی دلی رضاء کا تحقق اور حصول شرط ہو تو صورت متنازع فیہا میں دلی رضا کے فقدان پر کوئی دلیل اور قرینہ واضحہ بینہ موجود نہیں ہے۔ فاضل مجیب نے اس چیز کو من الشمس بتاتے ہوئے اپنے خیال میں ایک قرینہ پیش کیا کہ دس کے بجائے بارہ دینے سے پردل بخوشی راضی نہیں ہوسکتا۔

لیکن میرے نزدیک یہ چیز عدم تحقق رضا کی دلیل نہیں بن سکتی۔ کیوں کہ بیع الحاویج میں ایک بیع سلم بھی ہے جو باتفاق امت جائز اور مشروع ہے۔ حالاں کہ اس بیع میں رب السلم زرسلم راس المال کو پیشگی دینے کے باعث زمان تسلیم کے عام نرخ سے زیادہ نرخ پر مسلم الیہ سے معاملہ طے کرتا ہے (مثلا: اگر اس وقت نرخ عام طور پر 10 سیر کا ہوگا تو وہ 12 سیر پر معاملہ کرے گا اور مسلم الیہ روپیہ کی ضرورت سے مجبور ہو کر مسلم فیہ کو عام نرخ سے زیادہ دینے پر راضی ہوجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ دس سیر کے بجائے 12 سیر دینے پر دل سے کون راضی ہوگا!!) لیکن یہ معلوم ہے کہ ظاہری رضا معتبر ہوجاتی ہے اور بیع شرعا صحیح ہوتی ہے اور کوئی صاحب نظر اس مجبوری وضرورت کو عدم تحقق رضاء قلبی کا قرینہ قرار دے کر بیع سلم کو ناجائز نہیں کہتا۔ پس اس طرح صورت متنازع فیہا میں بھی فاضل مجیب کا پیش کردہ عدم رضائے قلبی کا قرینہ نہیں ہوسکتا اور بالفرض ہوبی تو ظاہر رضا کافی ہوجائے گی۔

(2) اور کیوں کہ اس طرح کی بیع عام طور پر رائج اور معروف ہے یعنی: اس کا تعلق عموم البلوی سے ہے اور لوگوں کو اس معاملہ کی ایک طرح عادت ہوچکی ہے۔ اور لوگ اس بیع کو نئی چیز نہیں سمجھتے اور اس کا عام دستور ہوچکا ہے اس لئے ظاہر یہ ہے کہ مشتری اس بیع کو اپنی رضامندی کرتا ہے لہذا قلبی رضامندی کے فقدان کا دعوی کرنا ناقابل فہم ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر نصا ممنوع بیع کی عادت لوگوں کو ہوجائے تو وہ بھی جائز ہوجائے۔ فافہم

(3) اورکیوں کہ رضا قلبی ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا علم صرف بمتلی بہ کوہوسکتا ہے دوسرا شخص اس کے متعلق اس یہ حکم نہیں لگا سکتا کہ اس کا دل اس معاملہ سے راضی نہیں ہے۔اِلااَن یخبر بہ المبتلی بہ اَوتوجد قرینۃ واضحۃ قویۃ تدل علی عدم تحقق الرضاپس جب مشتری بغیر جبر واکراہ کے عام رواج کے مطابق یہ معاملہ کررہا ہے تواظہر یہ ہے کہ دلی رضا سے کررہاہے۔ مشہور ہے : مرگ انبوہ جشنے دارد۔

(4) اورکیوں کہ فاضل مجیب نے مشتری کومکروہ قرادینے کے باعث اس بیع میں عدم حصول رضاقلب کا دعوی کیا ہے لیکن یہ واقعہ اور حقیقت ثابتہ ہے کہ صورت متنازع فیھا میں مشتری مکرہ نہیں ہے۔ یعنی : وہ اکراہ متحقق نہیں ہے جس میں رضا قلبی مفقود ہوتی ہے اور شرعا فساد بیع کا موجب ہوتا ہے۔

(5) اورکیوں کہ رضاقلب کلی مشکک ہے اس کی وافر متساویہ الاقدام نہیں ہوں گے تحقق رضا میں تفاوت ہوگا تشکیک ہوگی۔ لہذا صورت متنازعہ فیھا میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ علی وجہ الکمال والتمام رضا قلبی کا تحقق نہیں ہے۔ یعنی : رضا اکمل نہیں پائی گئی۔ دوسرے سے رضاء کے وجود کی نفی کردینی کسی طرح معقول نہیں ہوسکتی۔

فاضل مجیب نے یہ عجیب وغریب دعوی کیا ہے کہ اگر ظاہر رضا سبب جواز ہوجائے تو بیاج پر بھی طرفین کی رضا ہوجاتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ : اگرظاہری رضامندی کافی ہوجائے توچوں کہ بیاج کا معاملہ بھی طرفین کی رضا سے ہوتا ہے۔ لہذا اس کوناجائز نہیں کہنا چاہیے۔ لیکن محض قلبی رضا کے فقدان اورظاہری رضا کے عدم اعتبار کے باعث سماج کا معاملہ شرعاناجائز اورحرام ہے۔ اس تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف کے نزدیک بیاج کے معاملہ کی حرمت کی وجہ اورعلت وسبب عدم وجودرضاء قلب ہے اوربس لیکن حقیقت یہ ہے کہ ربوہ اوربیاج کی حرمت کی یہ علت فاضل موصوف کی مخترع اورایجاد کردہ ہے اوران کے دماغ کی اپج ہے۔ کتاب وسنت میں یہ سب کہیں مذکور نہیں ہے نہ صراحۃ نہ اشارہ۔ صرف حرمت منصوص اور مصرح ہے اورعلت وسبب مذکور نہیں ہے اوراحکام منصوصہ مصرحہ میں جن کے علل ومصالح منصوص ومصرح نہ ہوں علت اور مصلحت وحکمۃ کے پیچھے پڑکراپنے دماغ سے کسی حکمت وعلت کو گھڑنا اوراس کو علی سبیل الجزم حکم (حلت وحرمت یاجواز اباحت یاوجوب وفرضیت) کامدارمناط قراردینا اصحاب حدیث کی شان کے لائق نہیں بلکہ ان کی روش کے بالکل خلاف ہے۔ یہ طریقہ فقہاء محدثین کا نہیں ہے بلکہ اہل الرائے کا ہے۔

ربوافی نفسہ ایک قبیح اورحرام چیز ہے۔ یہاں تک کہ اس قباحتوں اورمضرتوں پر یورپ اورایشا بلکہ ساری دنیا کے عقلاء متفق ہیں۔ اورجب اس کی حرمت بغیر ذکر سبب وعلت کے مصرح ہے توسبب اوروجہ کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مومن قانت کی شان یہ ہے کہ حکم الہی کے سامنے شرخم کردے اورلم ولانہ کرے کہ یہ چیز عبدیت کے قطعا منافی ہے۔ ہاں اگر کوئی سبب ذہن میں آجائے تواس کو محض ظن کا درجہ دینا چاہیے اوریہ حکم نہیں لگا دینا چاہیے کہ بلاشبہ شارع کے نزدیک بھی حکم کا یہی سبب ہے اورجب وہ محض ظنی ہوا تواس کے بارے میں یہ قاعدہ الحکم یدور مع العلۃ نہیں چل سکتا۔ اورمیں توکہتا ہوں کا آج کل بیمہ کمپنیوں بنکوں تجارتی کمپنیوں کے ربوی معاملات بلاشبہ فریقین کی دلی رضامندی سے ہوتے ہیں لہذا فاضل مجیب کی بیان کردہ علت اوران کی تحقیق کے مطابق بنکوں اوربیمہ کمپنیوں وغیرہ کا ربوی کاروبار جائز اورمباح ہونا چاہیے کیونکہ یہاں صرف رضامندی نہیں بلکہ رضا قلبی مندی بھی متحقق ہے۔

فاضل مجیب کی دوسری دلیل بھی مخدوش ہے۔ اس لئے کہ لاربا الافی النسیۃ کا ظاہر معنی قطعامراد نہیں ہے ورنہ ربوالفضل کوجائز کہنا پڑے گاک ماذھب الیہ ابن عباس وابن عمر قال الرجوع الی قول الجمھورونیز لازم ہوگا کہ ادھار خرید وفروخت جائز بھی نہ ہواشیاء ربویہ میں نہ غیر ربویہ کا۔ کیونکہ ارشاد مذکور کا ظاہر معنی یہ ہے کہ ربواا کا تحقق صرف ادھار کی صورت میں ہے خواہ ادھار کی کچھ ہی صورت کیوں نہ ہو۔ حالاں کہ ربوالفضل بلاشبہ اشیاء ربویہ حرام ہے اورغیر ربویہ کی بہت سی صورتوں میں ادھار کا معاملہ بالاتفاق جائز ہے۔ پس لامحالہ ہم کواس تفسیر کےلئےَ کتب غریب الحدیث کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اوریہ دیکھنا ہوگا کہ عہد نبوی میں ربا کی کونسی صورت رائج تھی؟ اورآنحضرت ﷺ نے کس موقع پرجملہ مذکورہ انما الربوافی النسیۃ ارشاد فرمایا ہے؟ پس غور سے پڑھے علامہ جزری لکھتے ہیں – بالتاخیر من غیر تقابض ہولربا وان کان بغیر زیادۃ وہذا مذہب ابن عباس کان یری بیع الربویات متقاضلۃ مع التابض جائزواَن الربا مخصوصۃ بالنسئیۃ (النہایۃ45/5) یہی معنی تقریبا تمام شراح حدیث نے لکھا ہے۔

اب دیکھئےَ کہ عرب جاہلیۃ میں ربا کی کونسی صورت مروج تھی؟ موطامالک (ص468) میں ہے : مَالِكٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ؛ أَنَّهُ قَالَ : كَانَ الرِّبَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، أَنْ يَكُونَ لِلرَّجُلِ عَلَى الرَّجُلِ

الحَقَّ، إِلَى أَجَلٍ فَإِذَا حَلَّ الحَقَّ، قَالَ: أَتَقضِي، أَم تُربِي؟

فَإِن قَضَى (1)، أَخَذَ وَإِلَاَّ زَادَهُ فِي حَقِّهِ وَأَخَّرَ عَنهُ فِي الأَجَلِ انتہی علامہ زرقانی اس کی شرح (324/3) میں لکھتے ہیں: بِمَعنَى زَادَلَهُ (فِي الأَجَلِ) وَلَا خِلَافَ أَنَّ هٰذَا الرِّبَا الَّذِي حَرَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى وَلَم تَعرِفِ العَرَبُ الرِّبَا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ، فَنَزَلَ القُرآنُ بِذٰلِكَ، وَزَادَهُ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ - بَيَانًا وَحَرَّمَ رِبَا الفَضلِ كَمَا مَرَّ، قَالَهُ أَبن عبدالبر انتہی

اس کے ساتھ ان کی توجیہات کو بھی سامنے رکھئے جو شرح حدیث (نووی کرمانی حافظ وغیرہ) نے حدیث مذکور اور احادیث حرمۃ ربوالفضل کے درمیان تنطبیق کےلئے تحریر کی ہیں۔ ان تمام باتوں سے واضح طور پر یہ متحقق ہوتا ہے کہ حدیث مذکور کا معنی وہ نہیں ہے جو فاضل مجیب نے سمجھا ہے اور یہ کہ اس کا صحیح معنی اور تفسیر صورت متنازعہ فیہا قطعا منطبق نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ علماء بھی جو ضع و تعجل کو منع سمجھتے ہیں اور مقابل الاجل بالدارہم ربا (بمسوط سرخسی 126/13) جن کا مقولہ ہے۔ صورت متنازعہ فیہا کو نا جائز نہیں کہتے حالانکہ اس میں تاجیل اور نسئیہ کی وجہ سے قیمت زیادہ کردی گئی ہے اور بظاہر مقابلہ اجل کا دراہم کے ساتھ ہوگیا ہے۔ وجہ اس کی صرف یہ ہے کہ ان کے نزدیک حدیث انما الربا فی النسیۃ کے مصداق سے صورت سجوتہ عنہا خارج ہے اور زید بن اسلم کے قول میں ربا جاہلیہ کی بیان کردہ صورت سے علماء نے جو منع کی علت اخذ کی ہے اور جو فاضل مجیب کی لغزش اور دھوکے کے باعث ہوگی وہ یہاں متحقق نہیں ہے مقابلۃ الاجل بالدارہم اہم مطلقا ممنوع نہیں ہے۔ اس لئے صاحب ہدایہ باب المرابحہ والتولیہ 57/3 میں لکھتے ہیں: ولہذا یزاد فی الثمن لأجل لاجل انتہی قال صاحب البرہان شرح مواہب الرحمن: لان للاجل تاثیر فی نقصان المالیۃ فالتجار یشترون بالنقد أقل مما یشترون بالنسیئۃ انتہی

معلوم ہواکہ مقابلہ الاجل بالدراہم بیع قرض کی خاص صورتوں میں ممنوع ہے اور صورت متنازع فیہا میں ادھار کی وجہ سے جس قدر قیمت زیادہ کردی جاتی ہے وہ حد منع سے خارج ہے اس لئے کہ یہ زیادہ ابتدا ہی سے بیع ظاہر کردی جاتی ہے اور ممنوع دین معجل کی زیادہ مقابلہ میں مہلت دینے کے ہے یا دین مؤجل میں کمی مقابلہ میں تعجیل مابقی کے ہے اور یہاں مشتری کے ذمہ سے کوئی دین نہیں ہے کہ اس میں زیادہ واضافہ مقابلہ میں اجل کے کردی گئی ہو پس صورت ممنوعہ سے خارج ہے۔ ہذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب علامہ شوکانی کے رسالہ شفاء الغلیل کے وجود کا مجھ کو علم نہیں شاید کسی یمنی کتب خانہ میں محفوظ ہو۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 2۔ کتاب البیوع

صفحہ نمبر 323

محدث فتویٰ